ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.3 (2025)
(July to September)

ڈاکٹر خلیق انجم کی تحقیقی اور تدوینی خدمات: ایک ناقدانہ جائزہ

Dr. Khaliq Anjum's Research and Editorial Contributions: A Critical Review

ڈاکٹر علیزہ علی

لیکچرار، شعبۂ اُردو، وفاقی جامعہ اُردو برائے فنون سائنس اور ٹیکنالوجی، کراچی

ڈاکٹر نادیہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، وفاقی جامعہ اُردو برائے فنون سائنس اور ٹیکنالوجی، کراچی

Dr. Aliza Ali

Lecturer, Department of Urdu, Federal Urdu University Arts Science and Technology, Karachi

Dr. Nadia

Assistant Professor, Department of Urdu, Federal Urdu University Arts Science and Technology, Karachi

Abstract:

Dr. Khaliq Anjum is a renowned Urdu scholar, researcher, and literary historian. His significant contributions lie in the field of Urdu literature, particularly in biographical writing, research methodology, and the documentation of Urdu literary history. Dr. Khaliq Anjum was a teacher, researcher and translator, who not only edited, wrote, translated and compiled some rare and important books, but also relentlessly worked for promotion of Urdu and its survival in India. He has authored several important books focusing on the lives and works of classical and modern poets. His deep research, authentic referencing, and objective analysis have added great value to Urdu literary criticism. Dr. Anjum's efforts in compiling literary documents and preserving historical records have made him a respected figure among contemporary scholars. Anjuman Taraqqi e Urdu (Hind) was in a really bad shape when Khaliq Anjum was made its secretary. He turned it around and got 'Urdu Ghar', a multi-storey building, constructed for it. He established some 600 branches of Anjuman all over India. Dr. Khaliq Anjum passed away on Oct 18, 2016 in Delhi. He was buried in Delhi's Jamia Millia Islamia graveyard.

Keywords: Khaliq Anjum, Urdu Literature, Literary Criticism, Research, Biography, Urdu History, Literary Documentation, Urdu Scholars

دنیائے ادب میں چند باکمال شخصیات ایسی بھی گزری ہیں جنھوں نے اپنی خدمات سے ادب کا دامن ہرا بھرا کر دیا۔ ایسی ہی ایک شخصیت ڈاکٹر خلیق انجم کی ہے۔ ادب میں ان کی شناخت کے کئی حوالے ہیں، اور ہر حوالہ ایک مضبوط گرفت رکھتا ہے۔ خلیق انجم بحیثیت محقق، نقاد، مترجم، مؤلف، صحافی، مدوّن، ماہر آثارِ قدیمہ، ماہرِ غالبیات اور کئی جداگانہ پہلو کے ساتھ تاحیات اردو زبان و ادب

کی ترقی، ترویج و فروغ میں مصروفِ عمل رہے۔ ۱۹۵۷ء سے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا جب وہ ایم اے کے طالبِ علم تھے۔ زمانہِ طالب علمی میں ''معراج العاشقین'' مرتب کر چکے تھے اور کروڑی مل کالج میں لیکچرار کے عہدے پر فائز ہو چکے تھے۔ ۱۹۵۷ میں ہی نکولائی گوگول کے ناول تاراس بلبا' کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ مکتبہ شاہراہِ اردو دہلی کی جانب سے شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے میرزا مظہر جان جاناں کے فارسی خطوط پر دہلی یونی ورسٹی میں پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کے زیرِ نگرانی تحقیقی مقالہ لکھا جس پر ۱۹۶۳ء میں دہلی یونی ورسٹی نے انھیں اس مقالے پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ (۱)

غالب کے خطوط خلیق انجم کی بارہ سالہ محنت شاقہ، متنی تنقید شناسی اور تحقیق کا ایک بڑا کارنامہ ہے انہوں نے غالب کے تقریباً نو سو اردو خطوط یکجا کیے، ان کو پرکھا، اختلافِ نسخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے انھیں مرتب کیا ان کی تاریخ متعین کیں، مکتوب الیہم کے احوال درج کیے۔ جہاں اصلی خط مہیا ہوا اس کی عکسی نقل بھی شائع کر دی یہ ایسا کام تھا جو تحقیق سے طبعی مناسبت اور دلجمعی کے بغیر ممکن نہ تھا بہر کیف ان کوششوں سے جو کارنامہ سامنے آیا ہے بقول مالک رام ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ خطوط غالب کا ممکنہ حد تک یہ مکمل مجموعہ ہے۔ (۲) پانچ جلدوں کی صورت میں غالب کے خطوط کا ایسا کامل اور مستند مجموعہ اس سے پہلے کبھی نہیں شائع ہوا تھا۔ غالب کے علمی، ادبی و تخلیقی لسانی پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ جس انداز میں انہوں نے لیا ہے وہ اُن کی تنقیدی بصیرت، تحقیقی صلاحیت اور متنی تنقید کی بے پناہ مہارت کا بیّن ثبوت فراہم کرتا ہے۔

مکاتیب غالب کی تدوین کے سلسلے میں پہلا نام محمد ممتاز علی خان کا لیا جاتا ہے جو اغلاط متن اور اور کاتب کے تصرفات سے مبرّا نہ تھا- ۱۹۲۲ میں مولانا امتیاز علی خان عرشی نے ۱۹۳۷ء میں خطوط غالب کی تدوین میں اہم کردار ادا کیا بعد میں خلیق انجم نے ان تمام خطوط کی از سر نو تدوین کا بیڑا اٹھایا اور برسوں محنت کی تو ان کے پیشِ نظر محض ترتیب یا اشاعت کی تجدید نہیں تھی، بلکہ سابقہ نسخوں کی تصحیح اور فروگزاشت اور اغلاط کی نشاندہی تھی۔

غالب کے خطوط کی ترتیب و تدوین میں خلیق انجم نے غالب کے تمام اردو خط جو اردوئے معلی اور عود ہندی مکاتیب غالب اور غالب کی نادر تحریریں میں شائع ہوئے تھے کو اپنے پیش نظر رکھا۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ تدوین کا مقصد متن کو مصنف کے منشا یا اس سے قریب ترین صورت میں پیش کرنا ہوتا ہے، چنانچہ خلیق انجم نے اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے اصل متن تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہوئے تدوین کے پہلے مرحلے میں اب تک کے تمام قابل ذکر نسخے سامنے رکھے۔ غالب کے خطوط کی اشاعت مسلسل جاری رہنے کے سبب کئی نسخوں اور ایڈیشنوں میں غلطیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ غلطیوں کی نوعیت یہ تھی کہ الفاظ کے املا نادرست تھے۔ الفاظ میں ردو بدل، لفظوں کی تکرار، محذوف عبارتیں ان میں پائی جاتی تھیں۔ خلیق انجم نے قیاسی تصحیح کر کے اسے غالب کے منشا کے مطابق کر دیا۔ انہوں نے متن کی بنیاد غالب کے ہاتھ کی لکھی تحریروں کو بنایا ہے۔ ایسے خطوط جو مطبوعہ تھے اور غالب کی اصل تحریر دستیاب نہ تھی اس کے لیے انہوں نے اردو معلیٰ اور عود ہندی ہندی کے پہلے ایڈیشنوں میں شائع ہونے والے خطوط کو بنیادی نسخے کے طور پر استعمال کیا ہے اور ان کے بنیادی نسخے بنانے کی وجہ بھی بیان کی ہے جو ایک متنی نقاد کی ذمہ داری ہے۔ جو خطوط ان دونوں مجموعے میں مشترک تھے ان میں اردوئے معلیٰ کے متن کو بنیادی نسخہ بنا کر عود ہندی کے متن سے موازنہ کر کے اختلاف نسخ دے دیے ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے ایک طویل عرصے کی عرق ریزی، محنت اور چھان بین سے غالب کے ان تمام خطوط کو سائنٹیفک اور ترتیبِ متن کے جدید اصولوں کی بنیاد پر مرتب کیا ہے اور اس پر ایک عالمانہ اور سیر حاصل مقدمہ تحریر کیا ہے۔ مقدمے کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا تحقیقی اور دوسرا تنقیدی۔ غالب کے خطوط۔ جلد اول کے تحقیقی حصے میں غالب کے پہلے سے مرتبہ خطوط میر غالب (مرتبہ: عبدالغفور سرور

اور منشی ممتاز علی) سے لے کر سید مرتضیٰ حسین فاضل کے مرتبہ خطوط اردوے معلّیٰ تک تمام مجموعوں کا گہرا محققانہ اور عالمانہ جائزہ لیا گیا ہے۔

مدوّن کی ذمہ داریوں میں محض یہی شامل نہیں کہ متن تشکیل دے کر پیش کر دے، بلکہ اگر وہ متن سے متعلق یا اس کے عہد سے متعلق کوئی معلومات فراہم کرے جو متن کی تفہیم کرتی ہو تو یہ بات مدوّن کی اضافی خوبیوں میں سے ہے۔ خلیق انجم نے اس بات کا اہتمام کیا کہ جن خطوط پر تاریخ موجود نہ تھی، انھوں نے خط کے مضمون سے اس عہد کا اندازہ لگا کر تاریخ متعین کرنے کی کوشش کی ہے جس میں وہ خاصے حد تک کامیاب رہے ہیں۔ خط کے انداز سے انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ غالب اس عہد کی انگریزی مراسلت سے واقف تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''ممکن ہے یہ اس مراسلت کا اثر ہو جو پنشن کے سلسلے میں غالب اور برطانوی حکومت کے درمیان تھی۔''(۳)

مزید برآں خطوط کی زمانی ترتیب کا بھی انھوں نے خیال رکھا ہے۔ غالب نے جو علامتیں عام طور پر اپنے خطوط میں استعمال کیں، ایک مدوّن کی حیثیت سے انھوں نے علامتوں کے مطالب بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک سوال جو اُٹھ سکتا تھا کہ خطوط غالب کے مجموعے جو پہلے سے شائع شدہ ہیں، ان کی موجودگی میں ایک نئے مجموعے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی، تو اس ضمن میں انھوں نے دستیاب مجموعوں کا جائزہ اور ان میں موجود خامیوں کو ذکر کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کی ہے۔ املا اور تلفظ جن میں گزرتے زمانے کے ساتھ تغیر آتا رہتا ہے، اس پر خلیق انجم نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے غالب کے املا کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں، نیز ان الفاظ کی بھی نشاندہی کی ہے جن کے معنی غالب عمومی معنی سے مختلف مراد لیتے تھے۔ املا و اوقاف کے سلسلے میں انھوں نے غالب سے کسی قدر انحراف کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ پڑھنے والوں کو کسی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ اس میں انھوں نے موجودہ دور میں رائج املا ہی رکھا ہے۔ موضوع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے انھوں نے اضافی معلومات دی ہیں کہ غالب سے قبل اردو مکتوبات کے آغاز اور مکتوب نگاری کے فن پر پُر مغز گفتگو کر کے اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ ''شگفتنِ گل ہائے ناز'' کے زیر عنوان انھوں نے غالب کے خطوط کی خصوصیات بیان کی ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غالبیات کے ہر گوشے پر انھیں کتنا درک حاصل تھا۔ ہر خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے خطوط سے انھوں نے چن چن کر مثالیں اپنی بات کی تائید میں پیش کر دی ہیں۔

ایک محقق اس بات سے بے نیاز نہیں رہ سکتا کہ متن میں جو باتیں وضاحت طلب ہوں، ان کو نظر انداز کر دے۔ چنانچہ انھوں نے ان اشعار کے شاعروں کی بھی نشاندہی کی جنھیں غالب نے اپنے مکتوب میں استعمال کیا۔ ان ہی خطوط سے خلیق انجم نے اس دورِ انتشار کا اندازہ لگایا ہے۔ اس زوال پذیر معاشرے کی عکاسی جو ان خطوط میں ملتی ہے اس کی طرف انھوں نے اشارہ کیا ہے۔ غالب کے جو احساسات اس عہد میں تھے اس پر بھی بحث اس میں آگئی ہے۔ غرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک بہترین محقق اور مدوّن کی حیثیت سے '' غالب کے خطوط' پر ان کا کام عالیشان ہے۔ اس کا مقدمہ ایک ایسا تحقیقی مقالہ ہے جس سے غالب کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس پائے کا خطوطِ غالب کے حوالے سے تحقیقی کام اب تک سامنے نہ آیا تھا۔ خلیق انجم نے یہاں اپنے پیش کردہ متنی اصولوں کی پوری متانت کے ساتھ پابندی کی ہے۔ مرتب نے جہاں دوسروں کی غلطیوں کی نشاندہی کی، وہاں لہجہ محتاط رکھا ہے اور نپی تلی بات کی ہے۔ اس عجیب مگر اہم کام نے انھیں صرف یہی نہیں کی ماہرینِ غالبیات میں ایک اہم مقام پر فائز کیا بلکہ اردو زبان میں ترتیب و تدوین کے کام کو بے حد جدید اور سائنٹفک وضع قطع سے بھی ہم آہنگ کیا۔ اردو اور غالب شناسی میں آپ کا نام

بلا جھجک حالی، مولانا امتیاز علی خان عرشی، قاضی عبد الودود اور مالک رام کے ساتھ لیا جاسکتا ہے۔ خطوطِ غالب کے بارے میں پروفیسر کامل قریشی اپنا تاثر یوں بیان کرتے ہیں:

> ”مرتب موصوف نے ایک طویل عرصے کی عرق ریزی، محنت اور چھان بین سے پہلی بار غالب کے خطوط کو جن سائنٹیفک اور ترتیبِ متن کے اصولوں کی بنیاد پر مرتب کیا ہے وہ اپنا جواب آپ ہے۔ جسے اس کی اہمیت، خصوصیت و افادیت کے پیش نظر اک مفید، معتبر اور صحیح معنوں میں خطوطِ غالب کی دور حاضر میں تحقیق کا حرفِ آخر قرار دیا جاسکتا ہے۔“(۴)

پروفیسر کامل قریشی آگے مقدمے کے بارے میں طرح تبصرہ کرتے ہیں:

> ”یہ مقدمہ اس کتاب کی روح کی حیثیت رکھتا ہے۔۔۔۔ اندازِ بیان کے ساتھ جہاں تک نثر نگاری کا تعلق ہے، تقسیم ہند کے بعد یہ محسوس کیا جارہا تھا کہ دہلی اچھے نثر نگاروں سے خالی ہوگئی ہے، اس مقدمے کو پڑھنے کے بعد یہ خیال باطل نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم دہلی کی نئی نسل کے بہترین نمائندہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔“(۵)

ان ہی مکاتیب کے سرمائے میں انھوں نے غالب کی نادر تحریریں کے نام سے بعض اردو خطوط اور تحریریں مرتب کیں۔ غالب اور شانِ تیموریہ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس کے علاوہ ”جوش ملیح آبادی کے خطوط“، ”جوش بنام ساغر“، ”جگر مادآبادی‘، اور علی سردار جعفری کے کے خطوط‘، بھی مدوّن کرکے شائع کیے۔(۶) ڈاکٹر خلیق انجم کی کتاب متنی تنقید اردو میں لکھی پہلی ایسی تصنیف ہے جس میں مخطوطہ شناسی پر اردو میں کوئی ایسی کتاب نہیں تھی کہ مخطوطہ شناسی پر اردو میں کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جسے نصاب میں شامل کیا جاسکتا۔ کچھ گنے چنے مضامین تھے جو بکھرے ہوئے تھے۔ خلیق انجم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور متنی تنقید کے نام سے کتاب لکھی۔ کتاب کی اہمیت، افادیت اور منفرد موضوع کی بنا پر ضروری خیال کیا گیا کہ پاکستان سے بھی اس کی اشاعت ہو، چنانچہ اس کی اشاعت کے حقوق انجمن کو حاصل ہونے کے بعد انجمن نے اسے شائع کیا۔ متنی تنقید شائع ہو کر منظر عام پر آنے کے بعد خلیق انجم کی متنی نقاد کی حیثیت سے شناخت ہوئی۔ یہ اپنے موضوع پر اردو میں پہلی تصنیف ہے، جس میں کتابوں کے متن کی تحقیق و تصحیح و تدوین کی اہمیت، تدوین کے مراحل اور اس میں پیش آنے والی دشواریاں اور دیگر مسائل سے بحث کی گئی ہے انھوں نے اس کتاب میں متن کی تعریف اور تنقید متنی نقاد کے فرائض، بنیادی نسخے، اختلاف نسخ متن کے سن تصنیف کا تعین، ماخذ کی نشان دہی غرض تمام ضروری مباحث کا احاطہ کیا ہے۔ دراصل ڈاکٹر خلیق انجم نے textual criticism انگریزی اصطلاح کا لفظی ترجمہ کرکے اس سے متن اور متنی نقاد جیسی اصطلاح وضع کی متنی تنقید میں نے ان تمام پہلوؤں پر اظہار خیال کرنے کی کوشش کی ہے جو تدوین کے حوالے سے سامنے آتے ہیں۔(۷)

> ”متنی تنقید کا اصل مقصد حتی الامکان متن کو اصل روپ میں دوبارہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس روپ سے مراد وہ روپ ہے جو متن کا مصنف اپنی تحریر کو دینا چاہتا تھا۔(۸)

انھوں نے متنی تنقید کی تعریف کے تعین میں جو دلائل پیش کیے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ متنی تنقید کے سلسلے میں مغربی تنقید کے اصولوں اور نظریات سے بعینہ اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ جب کہ اہل مغرب پرانی تحریروں کے سائنٹفک مطالعے کو متنی تنقید کہتے ہیں۔ دیکھا جائے تو لفظ تدوین کو ایک جامع نام خلیق انجم نے متنی تنقید کا دیا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ تحقیق و تدوین میں ان سنی سنائی باتوں اور روایات کو حقائق کی کسوٹی پر پرکھ کر حقیقت جاننے کی کوشش کی جاتی ہے اور مصنف کا جو اصل منشا تھا، اس کے مطابق انھیں سامنے لانا مدوّن کے پیش نظر ہوتا ہے اور مختلف قرأتوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ مزید بر آں نسخے سے متعلق غلط روایات کی نشاندہی، نیز نقل نویس اور کاتب کی غلطیوں کا ازالہ متنی نقاد کا کام کرنا ہوتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کون سے اصول ہیں جن کی بنیاد پر قدیم کتب کو تدوین کی کسوٹی پر جانچا جائے تو متنی تنقید، میں تدوین کے اصول مہیا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ انھوں نے تدوین کے چار مراحل بیان کیے ہیں۔ ۱) تیاری اور مواد کی فراہمی ۲) متن کی تصحیح ۳) قیاسی تنقید ۴) اعلیٰ تنقید۔ ان چار عنوانات کے حوالے سے وہ تدوین کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں جو تدوین میں سامنے آتے ہیں۔ مثلاً نسخہ سے کیا مراد ہے اور اس کی اقسام۔ مواد کے حصول کے ذریعے کیا ہیں اور کن ذریعوں پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ پھر مواد کی دستیابی کے بعد ان کو کس ترتیب سے درج کرنا چاہیے یا لکھتے وقت کون کون سی دشوایاں سامنے آتی ہیں۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے جہاں تدوین کے اصولوں اور مراحل کو بیان کیا ہے، وہاں وہ کلاسیکی ادب کی ان کتب کو بھی بیان کیا ہے جو مرتب ہو چکی ہیں اُن میں کیا خوبی یا خامی ہے؟ اور مدوّن نے کن اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کتاب مرتب کی۔ ان کے نزدیک مدوّن کو متن کے مصنف کے حالاتِ زندگی پر عبور حاصل ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں وہ ہم عصروں کے تدوینی کام سے مثالیں بھی دیتے ہیں جو مدون کے کسی پہلو کے کمزور رہ جانے سے رونما ہوتی ہیں۔ تدوینِ متن میں تصحیحِ متن کے حوالے سے وہ وضاحت کرتے ہیں کہ دستیاب نسخوں کو استعمال کرنے کے کیا کیا طریقے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مخطوطات کی تدوین اور مطبوعات کی تدوین کی الگ شرائط ہیں۔ منظوم متن کی تدوین کی علاحدہ ذمہ داریاں ہیں۔ ایک اچھا محقق ان ذمہ داریوں سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتا ہے اس کی وضاحت انھوں نے بھرپور انداز میں کی ہے۔ تدوینِ متن پر کام کرنے والے محقق کے اوصاف کو بھی انھوں نے وضاحت بھرپور انداز میں کی ہے۔ تدوینِ متن پر کام کرنے والے محقق کے اوصاف کو بھی انھوں نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ان کی رائے میں ایک محقق کے لیے ادبی تاریخ پر عبور، اس دور کی زبان پر دسترس، معیاری تحقیقی کام سے دلچسپی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ متنی تنقید کے موضوع پر اردو میں یہ پہلی کتاب تھی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے متن کی تصحیح و تحقیق کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ آخر میں شان الحق حقی کی رائے اس کتاب کے حوالے سے پیش ہے:

> ”ڈاکٹر خلیق انجم نے متن کی تحقیق کے سلسلے میں فراہمی مواد سے لے کر موازنے و مقابلے کے طریق، اختلافِ نسخ کے مسائل، اغلاطِ عام کی نوعیت و کیفیت سے لے کر جعلی متنوں کی تحقیق، سرقہ، فرضی ناموں سے لکھنے والوں کی تصانیف، سنہ تصنیف کا تعین غرض بہت سے ایسے مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے جو متن کی تحقیق کے سلسلے میں پیش آتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی دلچسپ تفصیلات بیان ہوئی ہیں، جن کی بدولت یہ کتاب چند خشک مباحث کا مجموعہ نہیں، بلکہ بڑی قابلِ مطالعہ ہوگئی اور صرف محققین ہی کے لیے مفید

نہیں، عام قارئین کے لیے بھی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے۔ ہمارے یہاں متن کی حرمت کو قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا عام طور سے مطالعہ کیا جائے۔"(۹)

ڈاکٹر خلیق انجم کی ایک اور کتاب قابلِ تقلید مثال مرزا رفیع سوداؔ پر ہے۔ ان کا یہ کارنامہ تلاش و تحقیق کے فروغ پر اہمیت کا حامل ہے۔ مرزا رفیع سودا پر اس کتاب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصّے میں سوانح ہیں اور دوسرے حصّے میں مواد کی ادبی خدمات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کی ابتدا میں اصل موضوع کے پس منظر کے طور پر اٹھارہویں صدی کے سیاسی اور سماجی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر شیخ چاند نے جامع انداز اور جدید تکنیک اصول پر ترتیب دیا تھا اور تمام دستیاب ماخذ سے بھرپور فائدہ اٹھاکر تحقیق کا حق ادا کیا تھا۔ مگر اسی موضوع پر ڈاکٹر خلیق انجم کا اندازِ بیان اور ترتیب میں واضح فرق ہے۔ بیسویں صدی کے ربع اول تک سودا سے متعلق جتنا مواد دستیاب تھا، شیخ چاند نے اس سے حتی المقدور فائدہ اٹھایا۔ لیکن اس کے بعد جو مواد منظر عام پر آیا اور جو نئے ماخذ دریافت ہوئے ڈاکٹر خلیق انجم نے ان سب سے استفادہ کیا اور نئی تحقیقات کی روشنی میں اپنی تحقیق کو زیادہ جامع اور زیادہ ہمہ گیر بنایا۔ اس کے علاوہ موجودہ دور میں اردو تنقید کے رویے میں بھی تبدیلیاں آئی ہیں۔ اب یہ فن زیادہ سائنٹیفک زیادہ منضبط اور زیادہ مربوط ہو گیا ہے۔ اور متنی تنقید سے تو انقلاب عظیم رونما ہو گیا ہے۔ خلیق انجم کو متنی تنقید پر عبور حاصل تھا۔ اس کا ثبوت ان کی تالیف متنی تنقید سے بھی ملتا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم محض نظریاتی ناقد ہی نہیں بلکہ عملی تنقید نگار بھی اعلیٰ پائے کے ہیں۔ زیرِ نظر تالیف میں آپ نے متنی تنقید کے بھی اچھے نمونے پیش کیے ہیں۔(۱۰)

سوداؔ کی سوانح کے سلسلے میں سب سے اہم مسئلہ ان کی تاریخِ ولادت کا ہے۔ مختلف سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں نے ان کی ولادت کی مختلف تاریخیں بتائی ہیں۔ اس لیے حتمی طور پر ان کے سالِ ولادت کے تعین مشکل ہو گیا ہے۔ شیخ چاند اور خلیق انجم دونوں نے اس مسئلے پر تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ دونوں نے دستیاب مآخذ کی مدد سے ان کے سالِ ولادت کا تعین کیا ہے۔ لیکن یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ دونوں الگ الگ نتیجوں پر پہنچے ہیں۔ شیخ چاند نے محمد حسین آزاد، قائم چاند پوری، میر حسن کے فراہم کردہ معلومات کا تجزیہ کر کے ۱۱۰۶ ھجری متعین کیا ہے۔ اس طرح انھوں نے قائم چاند پوری کی رائے کو راجح مانا ہے۔ خلیق انجم نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ انھوں نے آبِ حیات، مخزنِ نکات، کلیاتِ سودا مرتبہ عبد الباری آسی، گلِ رعنا مولفہ عبد الحی لکھنوی، خوش معرکہ زیبا، سودا مولف شیخ چاند، دلی کا دبستانِ شاعری، مضامین قاضی عبد الودود اور باغِ معانی مولفہ نقش علی جیسے بنیادی اور اہم مآخذ کی ورق گردانی کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سودا ۱۱۱۸ ھجری میں پیدا ہوئے۔

خلیق انجم نے سودا کے مختلف ناموں سے بھی بحث کی ہے۔ شیخ چاند نے اس مسئلے کو موضوعِ بحث نہیں بنایا۔ اردو تذکروں میں سودا کا نام مختلف طریقوں پر ملتا ہے۔ کسی نے ان کا نام میرزا رفیع لکھا ہے۔ کسی نے مرزا رفیع الدین اور کسی نے میرزا محمد رفیع بتایا ہے۔ خود سودا اپنا نام محمد رفیع لکھا کرتے تھے۔ خلیق انجم نے ان سب پر تنقیدی نظر ڈالی اور بتایا ہے کہ اصلاً ان کا نام میرزا محمد رفیع تھا۔ یہ بات اس لیے اور بھی زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ ان کے والد کا نام میرزا محمد شفیع تھا۔(۱۱) شیخ چاند نے سودا کے تلمّذ کے سلسلے میں بھی کسی خاص تحقیق سے کام نہیں لیا ہے۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سوداؔ نے صرف شیخ ظہور حاتم سے ہی مشورۂ سخن کیا ہے۔ اس کے برخلاف خلیق انجم نے تلاش و جستجو کر کے ان کے چار استادوں کے نام بتائے ہیں۔ اُردو شعرا کے تذکروں سے انھوں نے شاہ حاتم کے علاوہ خان آرزو، سلمان قلی خان اور نظام الدین احمد صانع کے اسما بھی تلاش کیے ہیں جن کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ کسی نہ کسی

مرحلے میں سودا نے ان سے مشورۂ سخن کیا تھا۔ اس طرح خلیق انجم کی کتاب کے پہلے حصے میں جو سر تا سر تحقیق پر مبنی ہے، اس میں تفحّص و تلاش اور تحقیق و جستجو کے اچھے نمونے ملتے ہیں۔

اساتذہ کے ساتھ خلیق انجم نے سودا کے شاگردوں کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ان کے چھبیس تلامذہ کے احوال بیان کیے ہیں۔ یہ حصہ کافی طویل ہے اور شیخ چاند نے اسے یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ خلیق انجم نے بڑی تلاش و تحقیق سے کام لیا ہے۔ کتاب کا دوسرا حصہ نقد و نظر پر مبنی ہے۔ اس میں سودا کے اُردو اور فارسی کلام، نیز نثری تصانیف کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں ان کی غزل گوئی، قصیدہ نگاری، ہجو گوئی، مرثیہ نگاری، قطعات، رباعیات اور شہر آشوب وغیرہ سے علاحدہ علاحدہ بحث کی گئی ہے، اور ہر حیثیت سے ان کے مقام اور حیثیت کا تعین کیا ہے۔ (۱۲) خلیق انجم سودا کو اردو کا عظیم ترین قصیدہ گو شاعر مانتے ہیں مگر غزل گو شاعر کی حیثیت سان کی تسلیم نہیں کرتے۔ کتاب کا ایک اہم اور دلچسپ باب "سودا تذکرہ نگاروں اور نقادوں کی نظر میں" کے عنوان سے ہے۔ ان میں سب سے پہلا تذکرہ خواجہ خان حمید اورنگ آبادی کا گلشن گفتار ہے اس کے بعد جتنے بھی تذکرے تالیف کیے گے ان سب میں سودا کے احوال بھی ملتے ہیں تذکرہ نگاری کا یہ سلسلہ لالہ سری رام کے خمخانہ جاوید اور مولوی محمد مبین کیفی چریا کوٹی کے جواہر سخن تک چلتا ہے۔ اس میں ابتدا سے لے کر موجودہ عہد تک سودا کے متعلق تذکرہ نگاروں اور نقادوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس سب کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ خلیق انجم نے کلیات سودا کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے بھی بحث کی ہے اور تمام نسخوں کے مشمولات کا تقابلی مطالعہ کر کے سودا کے الحاقی کلام کی نشاندہی کی ہے۔ (۱۳) خلیق انجم متنی تنقید میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ایک جاگیر دار خاندان کے فرد ان کے دوست تھے۔ ان کے پاس کلیات سودا کا ایک نسخہ بھی تھا۔ وہ دکھانے میں ٹال مٹول کرتے رہے، زیادہ تقاضا کرنے پر وہ ایک کوٹھڑی میں سے ایک بوری لائے اور اس میں سے کئی نسخے الٹ دے۔ ان میں کلیات سودا کا نسخہ بھی تھا۔ انھوں نے اسے ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی کیونکہ یہ ان کے بزرگوں کی نشانی تھا۔ آخر خلیق صاحب کو وہاں تین چار دن ٹھہر کر استفادہ کرنا پڑا۔ بعد میں ان صاحب نے مخطوطات کو بوری واپس بھر کر رکھ دیا۔ (۱۴)

ڈاکٹر خلیق انجم (کلیات سودا) میں میر سوز کی ایک سو ایسی غزلوں کی نشاندہی کی ہے جو غلطی سے کلیاتِ سودا میں شامل ہو گئی ہیں۔ کتاب چھپنے کے بعد میر سوز کی چودہ غزلیں اور ملیں جو کلیاتِ سودا میں الحاقی حیثیت رکھتی ہیں۔ مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ میرزا محمد رفیع سودا کے سوانح و انتقاد کی یہ تالیف تلاش و تحقیق اور صحیح سمت میں محنت و کاوش کا بہترین نمونہ ہے۔

مخطوطاتِ یا قدیم متون کی ترتیب و تدوین کرتے وقت عموماً آخر میں فرہنگ دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے فرہنگ کی مدد سے قدیم متون، ان گنت الفاظ محاورات اور ضرب الامثال تک رسائی ممکن ہو جائے اس ضمن میں ڈاکٹر خلیق انجم نے فرہنگ میں ان الفاظ دینے کو اہمیت دی جو متروک ہو گئے، وہ الفاظ جن کا مفہوم بدل گیا ہو۔، جن کا تلفظ بدل گیا ہو۔ جن کا املا بدل گیا ہو۔ (۱۵)

علم و تحقیق کی ایک اور اعلیٰ مثال لیے ہوئے ڈاکٹر خلیق انجم نے حسرت موہانی کے سیاسی، ادبی، شعری خصوصیات پر ایک کتاب ترتیب دی ہے۔ ان کی زندگی کے ہر پہلو کو علم و استدلال اور حقیقت و تحقیق کے معیار پر پوری غیر جانب داری سے پرکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں پہلی بار بیگم حسرت موہانی کے خدوخال اور دلیرانہ کردار و عمل کو پیش کیا ہے۔ (۱۶) حسرت کے سوانح نگاروں نے مولانا کی سیاسی سرگرمیوں کی ابتدا کے بارے میں جو بیانات دیے ہیں ان سے خلیق انجم نے اختلاف کیا ہے۔ خلیق انجم نے ان بیانات کو انشاپردازی اور مبالغہ آرائی سے تعبیر کیا ہے۔ اس کتاب میں مولانا حسرت موہانی کی شاعری کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے۔ تمام نکات کو خوش سلیقگی سے سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور ان کے تصورِ عشق پر آزادانہ بحث کی ہے۔ حسرت کے مذہبی رجحانات کا

باب بھی سلیقے سے لکھا گیا ہے۔ یہ تصنیف اس اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ انھوں نے نہایت ہی ایمان داری اور محققانہ بے باکی سے حسرت جیسے عظیم مجاہدِ آزادی اور اہم شاعر کی سوانح مرتب کی ہے۔ اس طرح کی حق گوئی کے بغیر حسرت کی شخصیت کی پہلو داری کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ حسرت کی سوانح عمری کیا ہے کوزے میں دریا کو بند کیا ہے۔ بے حد کامیاب اور لائقِ ستائش شاہکار کارنامہ ہے۔(۱۷)

مرقع دہلی کی تصنیف میں ڈاکٹر خلیق انجم نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ دہلی کے اُس دور کی جھلکیاں پیش کی ہیں جب ہماری قوم شمشیر وسناں سے ہاتھ اُٹھا چکی تھی۔ بابر، اکبر اور اورنگ زیب کی تلواروں کو زنگ لگ چکا تھا۔ نادر شاہ کے حملے سے رہی سہی طاقت بھی سلب کر لی تھی۔ اور ہاپنتی کانپتی قوم نے اپنے حواس مجتمع کرنے کے لیے اپنے وجود کو شراب میں غرق کر دیا تھا۔ ایسے میں ایک صاحب درگاہ قلی خان دہلی وارد ہوئے جون ۱۷۳۸ھ میں ۲۳۔ جولائی ۱۷۴۱ھ کو نواب آصف جاہ کے ساتھ دکن چلے گئے۔۔۔۔ تین سال کے عرصے میں درگاہ قلی خاں نے دہلی میں انحطاطِ حیات کے جو مناظر دیکھے۔ وہ انھوں نے نقلم بند کر دیے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان کے قلم بند واقعات کی اہمیت تاریخی ہو گئی۔ اس تحریر کے چار مخطوطات کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر خلیق انجم نے فارسی متن کی نوک پلک درست کر کے اس کا اُردو ترجمہ کیا اور پُر مغز مقدمہ، حواشی، درگاہ قلی خان کے حالاتِ زندگی اور آخر میں اشاریہ پیش کر کے اس کتاب کو بے نظیر بنا دیا ہے۔ کتابت، طباعت، کاغذ۔۔۔ سب کچھ اعلیٰ درجے کا۔ (۱۸) ڈاکٹر خلیق انجم نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ "یہ کتاب اٹھارہویں صدی کی تہذیبی زندگی کے سلسلے میں ایک اہم ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو موسیقی کے بارے میں معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک کہکشاں ہے موسیقاروں کی جن کی صفات قابلِ تحسین ہیں (۱۹) خلیق انجم کی مرتبہ و مترجمہ مرقع دہلی کی اشاعت سے قبل مختلف شکلوں میں پانچ بار شائع ہو چکی ہے۔ خلیق انجم نے اپنے مقدمے میں اس کتاب کے نام "مرقع دہلی" سے متعلق بھی ایک دلچسپ انکشاف کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کا یہ نام دراصل اس کے پہلے مرتب حکیم سید مظفر حسین نے قائم کیا تھا۔ خلیق انجم نے اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ مرقع دہلی کا موجود متن تیار کرتے ہوئے انھوں نے دو ایسے نسخوں کو بھی سامنے رکھا ہے جن سے اب تک استفادہ نہیں کیا گیا تھا۔ ان میں ایک نسخہ ۱۲۱۴ ھجری کا ہے جو بمبئی کے آر کے کاما انسٹی ٹیوٹ میں محفوظ ہے اور دوسرا لندن کی برٹش لائبریری کا ہے جو ۱۱۹۸ ھجری کا ہے۔ چنانچہ خلیق انجم نے حکیم سید مظفر حسین کے متن کو بنیاد بناتے ہوئے جو سب سے قدیم ہے، بقیہ کے اختلافِ نسخ حواشی میں درج کر دیے ہیں۔ (۲۰) اس میں اہم معلومات یکجا کی ہیں جو دیگر پچھلی تصانیف میں نہیں ملتیں۔ بقول ڈاکٹر خلیق انجم: "مرقع دہلی" صرف ایک ایسی کتاب نہیں ہے جس میں اس عہد کی عیاشیوں گانے والوں اور رقاصاؤں کا ذکر ہے۔ یہ سیاسی اور اخلاقی زوال کی آخری منزل پر پہنچے ہوئے سماج کی تصویر بھی ہے۔"(۲۱)

ڈاکٹر خلیق انجم کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک پہلو فن تعمیر سے ان کا لگاؤ ہے۔ وہ ہاؤسنگ سوسائٹی کے صدر رہے ہیں اور ڈاکٹر ذاکر حسین کالج کی شاندار عمارت کے بھی صدر رہ چکے ہیں۔ جدید فنِ تعمیر سے واقفیت حاصل کر کے خلیق انجم نے دلی کی قدیم عمارتوں کی طرف توجہ کی۔ پھر آثار الصنادید کو اسی اثنا میں مرتب کیا۔ آثار الصنادید کے تنقیدی ایڈیشن کا دو سو صفحات پر مشتمل مقدمہ لکھا۔ اس مقدمے میں ماہرانہ انداز میں مسلم فنِ تعمیر کے آغاز و ارتقا پہ روشنی ڈالی ہے۔ ہندوستان کے قدیم فنِ تعمیر کا جائزہ لیا اور پھر بتایا کہ کس طرح ان دو مختلف اندازِ تعمیر کی آمیزش سے ایک نیا فنِ تعمیر وجود میں آیا۔ ان تمام تفصیلات کو بیان کرنے کے بعد خلیق انجم نے دلی کے اہم آثارِ قدیمہ کا ماہرانہ انداز میں جائزہ لیا۔ آثار الصنادید کا یہ مقدمہ مسلم اور ہندوستانی فنِ تعمیر پر اُردو

میں پہلی مستند تحریر ہے۔ انھوں نے تقریباً ساڑھے تین سو اُردو، فارسی اور انگریزی کتابوں کی مدد سے جو حواشی لکھے وہ خاصے کی چیز ہے۔ پہلی جلد میں مقدمہ اور آثار الصنادید کا عمارتوں سے متعلق متن ہے۔ دوسری جلد میں عمارتوں کے وہ خاکے اور کتبے ہیں جو سر سید نے پہلے ایڈیشن میں شامل کیے تھے، لیکن دوسرے ایڈیشن کو مختصر کرنے کے خیال سے نکال دیے۔ چوں کہ سر سید کے بنوائے ہوئے عمارتوں کے خاکے اور کتبے غیر معمولی اہمیت کے حامل تھے اس لیے انھیں دوسری جلد میں شامل کیا گیا۔ تیسری جلد میں دلّی کے صوفیائے کرام، علمائے کرام، شاعر، خوش نویس اور اربابِ موسیقی کا ذکر شامل کیا گیا جس کو سر سید نے پہلی جلد میں شامل کیا تھا۔ خلیق انجم نے حواشی میں دلّی کے ان مشاہیر کے بارے میں اہم معلومات فراہم کی ان اردو اور فارسی کتابوں کے ساتھ حوالے دیے ہیں جن میں ان حضرات کا ذکر ہے۔ آثار الصنادید کو ترتیب دے کر انھوں نے تدوینِ متن کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثالیں ہماری انگلی میں گنی جاسکتی ہیں۔ خلیق انجم کو فوٹو گرافی کا بھی بہت شوق تھا۔ اثارِ قدیمہ پر کام کے دوران اس شوق کو پورا کیا۔ انھوں نے بڑی تعداد میں دلی کے آثارِ قدیمہ کی تصویریں کھینچیں اور آثار الصنادید کی دوسری جلد میں اس کو شامل کیا۔ ان تصویروں کی کی اہمیت یہ ہے کہ ہمیں ان سے آثارِ قدیمہ کی موجودہ حالت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ خلیق انجم کی اس فن سے دلچسپی کا مظہر دو اور کتابیں ہیں۔ ایک تو "دلّی کی درگاہِ شاہ مرداں" دوسری "دلّی کے آثار قدیمہ" یہ دونوں کتابیں دلی اردو اکیڈمی سے شائع ہوئی ہیں۔ (۲۲)

خلیق انجم بحیثیت مؤلف سید سلیمان ندوی، محی الدین قادری زور، فیض احمد فیض، مولانا آزاد شخصیت اور کارنامے، اختر انصاری شخص اور شاعر؛ تالیف کیں۔ سید سلیمان ندوی کی تالیف میں انھوں نے بھرپور آگاہی کا ثبوت پیش کیا اور ان کا سوانحی خاکہ پیش کرتے ہوئے انھیں عالم دین، مورخ، سوانح، شاعر، مترجم اور سیرت نگار کی حیثیت سے متعارف کروایا۔ اس تالیف مین ایک سقم بس یہی نظر آتا ہے کہ علامہ اقبال نے سید سلیمان ندوی سے بارہا استفادہ کیا تھا اس سے متعلق ان کے خطوط کے مجموعے بھی ہیں۔ اگر اس موضوع پر بھی کوئی تحریر شامل کرلی جاتی تو اس گراں مایہ تالیف کی قدر و قیمت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ (۲۳) محی الدین قادری زور پر خلیق انجم کی تالیف قابلِ ستائش ہے۔ جس میں چالیس سالہ ادبی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، سترہ صفحات پر محیط ہے۔ خلیق انجم نے محی الدین قادری زور مرحوم کا ایسا خاکہ پیش کیا ہے جسے ان کی پوری شخصیت کا آئینہ دار کہا جاسکتا ہے۔ محی الدین زور کی کتاب اردو شاعری کا انتخاب، ساہتیہ اکیڈمی، جس پر رشید حسن خان نے سخت تنقید کی تھی اس کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ جو فی الوقع ضروری تھا۔ تالیف میں ۱۹ تحریریں شائع کی گئی ہیں جن کا مطالعہ قارئین کے لیے سود مند ہو گا۔ یہی نہیں بلکہ جو اردو زبان ہماری ہے جو ان کی تحریر کردہ ہے۔ اس تالیف میں شامل کی گئی ہے۔ جو فی الواقع قندِ مکرر کا درجہ رکھتی ہے۔

فیض احمد فیض تنقیدی جائزہ میں خلیق انجم نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ فیض احمد فیض علامہ اقبال، جوش ملیح آبادی، فراق گورکھپوری کے بعد بیسویں صدی کے قد آور شاعر ہیں۔ بیسویں صدی میں جن شاعروں کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی ان میں غالب اور علامہ اقبال کے بعد فیض کا نام آتا ہے۔ ان تینوں کی وجہ سے اردو زبان اور اس کے تخلیقی ادب سے دنیا کا بڑا حصہ واقف ہوا۔ ۸ سوانحی مقالے، ۱۲ تنقیدی مقالے، ۵ انٹرویوز انتخابِ فیض کے تحت فیض کی نظموں وغیرہ کا انتخاب تالیف میں شامل کیے گے ہیں۔ یقناً فیض کا کسی اعتبار سے مطالعہ کرنے کے لیے اس تالیف کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ (۲۴)

اختر انصاری شخص و شاعر یہ تالیف انجمن ترقی اردو ہند نے شائع کی اور خلیق انجم نے اسے ترتیب دیا۔ اختر انصاری کا شمار اردو کے بہترین ترقی پسند نقادوں اور شاعروں میں ہوتا تھا۔ مگر نئی نسل خود ان کی زندگی میں ان کے نام اور اور ان کی ادبی شخصیت سے واقف نہیں رہی تھی۔ حرفِ آغاز خلیق انجم کی ناقدانہ نظر کا آئینہ دار ہے۔ حرفِ آغاز میں وہ سب کچھ آگیا ہے جو اگر سپردِ قلم نہ کیا

جاتا تو اختر انصاری کے متعلقہ جملہ مضامین میں کمی رہ جاتی۔ اس کی نشاندہی بہت ضروری تھی۔ کیوں کہ انا کی گرفت میں پھنسنے سے آج کل کے شعرا ادبا پیچھے رہ سکتے ہیں۔ سوانحی خاکہ، خطوطِ اختر انصاری، اختر کی ادبی خدمات پر مضامین اور دیگر مشمولات اختر انصاری کی شہرت کی نو آبادکاری کے لیے ضروری بھی ہے اور افادیت سے بھرپور بھی ہے۔ بنیادی طور پر اختر انصاری اچھے شاعر تھے۔ خلیق انجم انتخاب پیش کرنے میں بھی عہدہ برآ ہو سکے ہیں۔ اختر انصاری کی نگارشات کو مطالعے میں لانے کے لیے خلیق انجم کی پیش کردہ تالیف اختر انصاری شخص و شاعر سرِ فہرست نظر آئے گی۔ (۲۵)

مولانا ابوالکلام آزاد ۔ شخصیت اور کارنامے ۔ یہ تالیف اردو اکیڈمی دہلی کی پیش کش ہے جو ۱۹۸۶ میں اشاعت پذیر ہوئی۔ غالب اکیڈمی، بستی نظام الدین میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ ڈاکٹر خلیق انجم سیمینار کے ڈائریکٹر تھے۔ سیمینار میں پیش کیے گئے مقالے بغایت سلیقے اور حسنِ ترتیب سے تالیف دینے کا سہرا ڈاکٹر خلیق انجم کے سر ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت اور مولانا کی تصانیف، واقعاتِ ملّی و قومی کا ذکر کیا۔ اس تالیف میں شامل مضامین کی مجموعی تعداد ۲۶ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد پر خلیق انجم کی یہ تالیف یقیناً تحقیق کرنے والوں کے لیے شاہکار سرمایہ ہے۔ (۲۶) منتخبات۔ اردو اکیڈمی نیو دہلی اور انجمن ترقی اردو ہند کی وہ تالیفات جن کی ادارت ڈاکٹر خلیق انجم کے سپرد رہی مستقل اہمیت و افادیت سے بھرپور ہے۔ تالیف میں مواد کو کس ترتیب سے پیش کیا جائے مشکل کام ہوتا ہے۔ خلیق انجم کی ترتیب کہیں انتشار کی زد میں نہیں آئی ہے۔

بحیثیت مؤلف خلیق انجم اعلیٰ ترین تالیفی خدوخال کے حامل ہیں اور اس کے ساتھ اردو اکیڈمی دہلی اور انجمن ترقی اردو ہند دونوں ادارے تحسین و تعریف کے مستحق ہیں۔ (۲۷) بلاشبہ یہ بات آسانی کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اردو تحقیق و تدوین کی روایت میں خلیق انجم وہ نام ہے جنھوں نے تحقیقی و تدوینی کاموں کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنایا اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس کام کو انجام دیتے رہے اور کئی صلاحیتوں کو بیک وقت استعمال کرتے ہوئے ہر محاذ سے لڑتے رہے۔ ان کی شخصیت کا ایک اور نمایاں پہلو یہ کہ ان کے سامنے بڑے سے بڑا مسئلہ درپیش ہو وہ گھبراہٹ اور بے چینی کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ خاموشی اور یکسوئی سے الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ بالخصوص اردو گھر کی تعمیر میں مشکلات اٹھائیں، مخالفتوں کا سامنا کیا، مگر آپ ان سب کی پروا کیے بغیر آگے بڑھتے رہے اور منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اردو گھر کی تکمیل سے اردو کا وقار اور مرتبہ دوبالا ہو گیا اور انجمن خود کفیل ہو گئی۔ اردو دان طبقے میں اداروں کی تشکیل و تعمیر کا جذبہ تو کارفرما ہے ہی، ادارے قائم کرنے کے بعد اس کو صحت مند اور جمہوری طریقے سے چلانے کا فن بہت کم افراد میں پایا جاتا ہے۔ اردو گھر میں ہر جگہ ان کی ذاتی توجہ اور دلچسپی سے صفائی اور نفاست کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ اس ذیل میں کئی واقعات ہیں۔ جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے انجمن کو نہ صرف ترقی دی، بلکہ چار چاند بھی لگا دیے۔ اس کا اعتراف کرنا صداقت و حقیقت کی غمازی کرتا ہے حکومت ہندوستان اور دیگر اداروں کی جانب سے کئی انعامات و ایوارڈ ملے مگر ان میں سب سے بڑا انعام پرویز شاہدی قومی انعام ہے جو ۱۹۸۵ میں ملا تھا۔ کہ خلیق انجم ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے جنھوں نے اردو تحقیق و تدوین کا حق صحیح معنوں میں ادا کیا۔ آپ کا نام پرفیسر حافظ محمود شیرانی، مولوی عبدالحق، مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، مسعود حسن رضوی ادیب، غلام مصطفی خان، ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر تنویر علوی جیسے اکابر شخصیات کے ساتھ لیا جاسکتا ہے۔ جنھیں اردو تحقیق و تدوین کی آبرو کہا جاتا تھا اس دنیا سے ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو رخصت ہو گئے۔

حوالہ جات

۱۔ خدیجہ خاتون: خلیق انجم کی ادبی خدمات: ایک اجمالی جائزہ، مشمولہ ''ترجیحات'' دسمبر ۲۰۲۲ء ص:۱۷۲

۲۔ ''غالب کے خطوط''، انجمن ترقیِ اردو فلیپ

۳۔ مقدمہ ''غالب کے خطوط''، انجمن ترقیِ اردو پاکستان، ص:۱۷

۴۔ انیس دہلوی: خلیق انجم کثیر الجہات شخصیت، رہبر آفسٹ پرنٹرز دہلی ۲۰۰۰ء ص:۱۲۳

۵۔ ایضاً، ص:۱۲۳

۶۔ شازیہ عنبرین، ڈاکٹر: تدوینِ متن۔ اصول، روایت اور امکانات، شعبۂ اردو بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان ۲۰۰۸ء ص:۱۱۴

۷۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: متنی تنقید، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ص:۱۴

۸۔ ایضاً، ص:۲۲

۹۔ انیس دہلوی: خلیق انجم کثیر الجہات شخصیت، رہبر آفسٹ پرنٹرز دہلی ۲۰۰۰ء ص:۴۷

۱۰۔ ایم حبیب خان: ڈاکٹر خلیق انجم شخصیت اور ادبی خدمات، ماہنامہ کتاب نما جامعہ نگر۔ نئی دلّی جولائی ۱۹۹۵ء ص:۶۴

۱۱۔ ایضاً، ص:۶۵

۱۲۔ ایضاً، ص:۶۶

۱۳۔ ایضاً، ص:۶۸

۱۴۔ گیان چند جین، ڈاکٹر: تحقیق کا فن، سیونتھ اسکائی پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۴ء ص:۳۷۳

۱۵۔ شازیہ عنبرین، ڈاکٹر: تدوینِ متن۔ اصول، روایت اور امکانات، شعبۂ اردو بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان ۲۰۰۸ء ص:۱۷

۱۶۔ ایم حبیب خان: ڈاکٹر خلیق انجم شخصیت اور ادبی خدمات، ماہنامہ کتاب نما جامعہ نگر۔ نئی دلّی جولائی ۱۹۹۵ء ص:۸۶

۱۷۔ ایضاً، ص:۱۰۳

۱۸۔ ایضاً، ص:۸۹

۱۹۔ ایضاً۔، ص:۹۲

۲۰۔ ایم حبیب خان: ڈاکٹر خلیق انجم شخصیت اور ادبی خدمات، ماہنامہ کتاب نما جامعہ نگر۔ نئی دلّی جولائی ۱۹۹۵ء ص:۹۳

۲۱۔ ایضاً، ص:۹۵

۲۲۔ ایضاً، ص:۵۲

۲۳۔ ایضاً، ص:۴۲

۲۴۔ ایضاً، ص:۴۳

۲۵۔ ایضاً، ص:۴۴

۲۶۔ ایم حبیب خان: ڈاکٹر خلیق انجم شخصیت اور ادبی خدمات، ماہنامہ کتاب نما جامعہ نگر۔ نئی دلّی جولائی ۱۹۹۵ء ص: ۴۵

27. www.anjumantaraqiurduhind.com

References in Roman script:

1. Khadija Khatoon: Khaliq Anjum ki Adabi Khidmaat: Aik Ijmali Jaiza, mashmula **"Tarjeehat"**, December 2022, p.172
2. "Ghalib ke Khutoot", Anjuman Taraqqi Urdu Flip
3. Muqaddama "Ghalib ke Khutoot", Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, p.17
4. Anees Dehlvi: Khaliq Anjum – Kaseer-ul-Jihaat Shakhsiyat, Rahbar Offset Printers, Dehli, 2000, p.123
5. Ibid, p.123
6. Shazia Ambreen, Dr.: Tadween-e-Matan – Usool, Riwayat aur Imkanaat, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan, 2008, p.114
7. Khaliq Anjum, Dr.: Matni Tanqeed, Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, Karachi, p.14
8. Ibid, p.22
9. Anees Dehlvi: Khaliq Anjum – Kaseer-ul-Jihaat Shakhsiyat, Rahbar Offset Printers, Dehli, 2000, p.74
10. M. Habeeb Khan: Dr. Khaliq Anjum – Shakhsiyat aur Adabi Khidmaat, Mahnama Kitab Numa, Jamia Nagar, Nai Dilli, July 1995, p.64
11. Ibid, p.65
12. Ibid, p.66
13. Ibid, p.68
14. Gyan Chand Jain, Dr.: Tehqeeq ka Fun, Seventh Sky Publications, Lahore, 2014, p.373
15. Shazia Ambreen, Dr.: Tadween-e-Matan – Usool, Riwayat aur Imkanaat, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan, 2008, p.71
16. M. Habeeb Khan: Dr. Khaliq Anjum – Shakhsiyat aur Adabi Khidmaat, Mahnama Kitab Numa, Jamia Nagar, Nai Dilli, July 1995, p.86
17. Ibid, p.103
18. Ibid, p.89
19. Ibid, p.92
20. M. Habeeb Khan: Dr. Khaliq Anjum – Shakhsiyat aur Adabi Khidmaat, Mahnama Kitab Numa, Jamia Nagar, Nai Dilli, July 1995, p.93
21. Ibid, p.95
22. Ibid, p.52
23. Ibid, p.42
24. Ibid, p.43
25. Ibid, p.44
26. M. Habeeb Khan: Dr. Khaliq Anjum – Shakhsiyat aur Adabi Khidmaat, Mahnama Kitab Numa, Jamia Nagar, Nai Dilli, July 1995, p.45
27. www.anjumantaraqiurduhind.com